مزارعت کا بیان

مزارع کا مالک زمین کی اجازت کے بغیر سبزی وغیرہ استعمال کرنا

سوال - جو زمیندار بٹائی پر زمین بوتے ہیں خواہ زمین مسلمان کی ہو یا ہندو سکھ کی اگر وہ مالک زمین کا زیادہ نقصان کریں تو وہ بہت گنہگار ہیں لیکن جو زمیندار بغیر مالک کے پوچھے معمولی معمولی چیزیں کھا لے مثلاً روزانہ دو چار گنے یا مکئی کے دنوں میں مکئی کی گلڑیاں ایسی اور مختلف چیزیں استعمال کرلے۔ تو کیا وہ گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب - اگر مالک زمین برا نہ منائے تو دو چار گنے یا اس قسم کی کوئی اور چیز لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر مالک برا منائے تو پھر بچنا چاہیئے۔ کیونکہ بیگانہ حق ہے کبھی اتفاقیہ ہو تو شاید مالک خیال نہ کرے روزانہ نقصان خواہ تھوڑا ہی ہو، مالک ضرور خیال کرتا ہوگا۔ ہاں بعض کشادہ دل ہوتے ہیں۔ وہ شاید روزانہ کا بھی خیال نہ کریں بہرصورت بیگانہ حق ہے سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا چاہیئے بہتر ہے کہ اگر پرہیز نہ ہو سکے تو بٹائی کی بجائے زمین ٹھیکہ پر لے لی جائے تاکہ کھٹکا ہی نہ رہے یا مالک سے اجازت لے لے کہ اگر تھوڑا بہت عام دستور کے مطابق بچوں وغیرہ کے لئے گھر لے جاؤں تو برا نہ منایا جائے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ

زمین کی نصف یا کم و بیش بٹائی پر ملازم رکھنا

سوال - زید کہتا ہے کہ ہر مزارع سے نہری زمین تو بارہ ماہ پانی دیتی ہو۔ نصف حصہ ہر جنس سے لینا اور اٹھائی سیر فی من خرچ اور معاملہ نہری و مالکانہ و محنتانہ پٹواری وغیرہ نصف و نصف مزارع سے لینا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے یہ پہلے شرط لگائی جاتی ہے۔ اور بیگار ہر قسم مثلاً ہل، گدھا۔ لیپا پکان پیائی وغیرہ وغیرہ بھی لینی جائز ہے کیونکہ یہ بھی شرطوں میں زمین دینے کے وقت لکھدی جاتی ہیں اور وہ منظور کرتا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ صرف نصف حصہ پر بعض سے اور معاملہ سے مالک لے سکتا ہے باقی تمام ظلم میں شامل ہیں۔ از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے۔

جواب۔ مشکوٰۃ میں ہے۔ عن ابی سعید قال نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اسْتِئْجَارِ الْاَجِيْرِ حَتّٰى يُبَيَّنَ لَهٗ اَجْرُهٗ وَعَنِ النَّجْشِ وَاللَّمْسِ وَاِلْقَاءِ الْحَجَرِ رواہ احمد (فصل ثالث باب ۱۵۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کو اجرت پر لانے سے منع کیا ہے یہاں تک کہ اس کی اجرت بیان کرے نیز تیز کرنے اور بیع ملامسہ اور کنکر ڈالنے کی بیع سے منع کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجہول اجرت کے ساتھ مزدور رکھنا جائز نہیں۔ بلکہ ہر طرح سے اس کی وضاحت ہونی چاہئے پس سوال میں جس صورت کا ذکر ہے وہ شرعاً منع ہے کیونکہ ہل، گڈا، لیپائی مکان وغیرہ جب اس کے ذمہ کر دیا۔ تو وہ اس کا مزدور بن گیا اور اس کی اجرت زمین کی آمد سے ہوگی۔ اور وہ دو طرح سے مجہول ہے نہ تو یہ معلوم ہے کہ وہ ہوگی یا نہ اور نہ یہ معلوم ہے کہ ہوگی تو کتنی ہوگی۔ ہاں اگر اس طرح کر لیا جائے کہ زمین کی بٹائی میں اس کا حصہ کم کر دیا جائے اور جب بیگار وغیرہ یعنی جو اس وقت بیگار وغیرہ کی اجرت حسب دستور الگ دے دی جائے تو یہ جائز ہے۔ عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۴ مئی ۱۹۳۸ء

حکومت وقت کو زمین کا لگان ادا کرنا

سوال۔ کیا حکومت وقت کو زمینوں کا لگان ادا کرنا جزیہ کی قسم سے ہے جس کے برداشت کرنے سے مسلمان کو ممانعت ہے؟ (محی الدین لکھنوی)

جواب۔ زمین کا لگان حکومت وقت کو ادا کرنا مجبوراً جائز ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ سخت فاقہ پہنچا۔ میں محنت مزدوری کے لئے عوالی مدینہ کی طرف گھر سے نکلا ایک عورت نے مٹی کے ڈلے جمع کئے ہوئے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ وہ انہیں بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے ایک ڈول کے عوض ایک کھجور پر فیصلہ کر لیا۔ میں نے سولہ ڈول کھینچے۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے میں اس کے پاس آیا۔ اس نے مجھے سولہ کھجوریں گن دیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور آپ کو خبر دی۔ آپ نے بھی وہ کھجوریں میرے ساتھ کھائیں۔ اس حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے بظاہر وہ یہودیہ ہے ورنہ مسلمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایسی تنگی نہیں کر سکتی تھی نیز اور روایتیں اس کی موید ہیں۔ چنانچہ ابن ماجہ میں

ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فاقہ پہنچا۔ حضرت علی رضہ کو خبر ہوئی آپ اسی وقت محنت و مزدوری کی تلاش میں نکلے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طعام حاصل کریں۔ ایک یہودی کے باغ میں آئے اور ۱۷ ڈول بحساب فی ڈول فی کھجور نکالے۔ یہودی نے عمدہ کھجوریں عجوہ قسم کی حضرت علی رضہ کو چن دیں۔ حضرت علی رضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضرت علی رضہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک کھجور کے عوض ایک ڈول نکالنا اور عمدہ کھجور کی شرط کرنا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا رنگ متغیر کیوں ہے؟ فرمایا بھوک سے متغیر ہے۔ انصاری اپنے گھر آیا۔ وہاں کچھ نہیں ملا۔ پس مزدوری کی تلاش میں نکلا ایک یہودی کو دیکھا۔ اپنی کھجوروں کو پانی پلا رہا تھا۔ کہا میں پانی پلا دوں؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا ایک ڈول کے عوض ایک کھجور۔ انصاری نے شرط کی کہ کھری ہو۔ قریباً دو صاع کے عوض پانی چلایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ اس قسم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت وقت کو لگان دینا اس کا کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ کفار کی مزدوری سے لگان ادا کرنا بہر حالت ہے۔ اور اس میں مزدوری کی نسبت عزت ہے۔ رہا جو خراج مسلمان بادشاہ کفار سے لیتا ہے تو وہ اس لگان کی قسم کا نہیں۔ کیونکہ وہ خراج مذہبی امتیاز کی بناء پر لیا جاتا ہے اور اس سے مقصود کفار کی تحقیر ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ اور حدیث نَزْعُ صَغَارِ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ ذلیل ہوں۔ اور اس حدیث میں مسلمان کو کافر کی گردن سے اس خراج کی ذلت کو نکالنے کی ممانعت فرمائی ہے یعنی اس خراجی زمین کو خرید کر کافر کی ذلت اپنے گلے میں نہ ڈالے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

کم قیمت سے ٹھیکہ پر زمین

سوال: زید کی زمین ایک بیگہ ہے اسے مبلغ اسی روپے پہلے ادا کر دیئے اور بیس سال کی میعاد مقرر کرلی کہ میعاد گزرنے کے بعد خود بخود چھوڑ دوں گا۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے۔ نیز گاؤں میں نرخ آٹھ روپیہ فی بیگہ ہے لیکن بکر رعایتاً لیتا ہے کیونکہ وہ قبل ہی روپیہ ادا کر دیتا ہے۔ کیا میعاد مقرر کر کے فی روپیہ پیشگی ادا کرنا اور زمین بجائے آٹھ روپیہ فی بیگہ کے چار روپیہ میں رعایۃً لینا جائز ہے یا نہیں؟

عبداللہ ککا کڑیال ڈاکخانہ خاص ضلع امرتسر

جواب :- عدم جواز کی وجہ سود کا شبہ ہے مگر وہ بہت ہی ہے ممکن ہے بیس سال تک ۴ روپیہ فی بیگہ ہی نہ رہے۔ بلکہ دو روپیہ یا تین روپیہ فی بیگہ ہو جائے اسلئے میرے خیال میں جواز کو ترجیح ہے ہاں اگر میعاد تھوڑی ہوتی جس میں زمین کے نرخ میں کمی بیشی کا خطرہ نہ ہوتا، تو پھر سود کا شبہ قوی تھا۔ موجودہ صورت میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

چکوتہ میں نقصان آنے پر مالک کو مقررہ رقم سے کم کر دی جاسکتی ہے

سوال :- ایک شخص نے اپنی کچھ زمین نہری چکوتہ یعنی ٹھیکہ پر دی اور ٹھیکہ چار سو دس روپے بلا خرچ معاملہ مقرر کیا اور معاملہ سرکار بھی بذمہ ٹھیکہ چکوتہ پر لینے والے کے مقرر کیا اور ان سے فرضی قرض کا پرامیسری نوٹ تحریر کرا لیا کہ ہم نے بیلوں کے خریدنے کے لئے اس قدر روپے حسب الطلب قرض لئے ہیں، ادا کریں گے حالانکہ روپے بالکل قرض نہیں لئے ویسے ہی فرضی پرامیسری نوٹ تحریر کروا لیا ہے۔ اب اس ٹھیکہ کی زمین کو بوجہ کمی پانی اور زیادتی معاملہ سرکار نقصان پہنچ گیا ہے چکوتہ پر لینے والے کو معاملہ سرکار ادا کرنے کے بعد زر چکوتہ زمین مالک کو ادا کرنے کے لئے رقم نہیں بچتی۔ اپنا منافع تو ایک طرف رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ مالک زمین کو بچت پیداوار سے نامہ لینا جرم ہے یا نہیں اور مالک زمین کو بچت معاملہ سرکار کے علاوہ میں سے چکوتہ پر لینے والے کو دینا چاہیئے تو کس قدر اب اگر چکوتہ پر لینے والا چکوتہ پورا مقرر شدہ نہ دے تو مالک زمین فرضی پرامیسری نوٹ کے دعویٰ کی دھمکی دیتا ہے اور پرامیسری نوٹ کے کاتب کو کہتا ہے کہ تو میرے نقد قرض دینے کی شہادت دے جیسا کہ پرامیسری نوٹ میں لکھا ہے اور لوگوں کو بھی اس شہادت کے لئے تیار کرتا ہے۔ کیا اس کا یہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- چکوتہ پر جو کچھ روپیہ خرچ ہوا ہے وہ چکوتہ پر زمین لینے والے کو دیا پڑے گا۔ کیونکہ ایسے معاملات میں ہمیشہ نفع و نقصان ہوتا ہے اگر اس کو نفع ہو جاتا تو یہ نفع کا روپیہ مالک زمین کو کبھی نہ دیتا۔ پس نقصان کی صورت میں اس کو نقصان بھی برداشت کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر چکوتہ پر زمین لینے دینے میں شرعاً کوئی شبہ ہوتا تو پھر مالک زمین کو سارا روپیہ لینا درست نہ تھا۔ چنانچہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے جو باغوں کی خرید کی بابت آئی ہے۔

ملاحظہ ہو بلوغ المرام رخصۃ فی العرایا ——— جب سارا روپیہ دینا ضروری ہوا تو چکوتہ پر زمین لینے والے کو بغیر حیل و حجت کے ادا کرنا چاہیئے۔ اگر ادا نہ کرے تو مالک زمین کو جائز ہے کہ چکوتہ کا دعویٰ کر کے وصول کر لے اس میں جو شہادتیں گزریں وہ ظاہر و باطن درست ہوں گی۔ کیونکہ چکوتہ کا معاملہ سچا ہے۔ اگر مالک زمین

کو حکومت کا دعویٰ کرنے سے روپیہ ملنے کی امید نہیں تو اس صورت میں پرامیسری نوٹ کا دعویٰ کر کے وصول کر سکتا ہے اور پرامیسری نوٹ کا کاتب شہادت دے دے یہ شہادت اس وقت جھوٹی نہیں ہوگی کیونکہ مجبوری ہے بغیر اس صورت کے حق وصول نہیں ہوتا۔ اور حق واقعی ہے کسی پر ظلم نہیں صرف نام پرامیسری نوٹ کا ہے۔ سو ایسی صورت مجبوری کی وجہ سے اتنا فرق کوئی حرج نہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ مشہور ہیں اسی طرح کا یا اس کے قریب قریب جھوٹ ہوگا۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم اہلحدیث ضلع انبالہ

غیر آباد زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو اگر اس کو کوئی آباد کرے تو کیا صرف اتنے سے اس کی ملکیت ثابت ہو جائے گی یا کوئی اور بھی شرط ہے

سوال ۔ ہمارے گاؤں کے اردگرد بنجر (یعنی) خالی زمین کے ٹکڑے تھے سرکار انہیں فروخت نہیں کرتی تھی جنگ عالمگیر (یعنی برطانیہ اور جرمنی کے درمیان جنگ) شروع ہوئی تو گورنمنٹ انگلیہ نے جنگ کے لئے اناج زیادہ پیدا کرنے کی سکیم پر عمل کرتے ہوئے اراضی مذکور کاشت کے لئے تقسیم کی۔ زمیندار ایک پرچی پر فی ایکڑ کے حساب سے کچھ رقم لکھ کر گورنمنٹ کو پیش کرتے۔ جس کی قیمت فی ایکڑ زیادہ ہوتی گورنمنٹ اس کے نام بنجر تقسیم کر دیتی اور باقی محروم رہ جاتے سرکار جو زمین لے دیتی اس کی رقم پیشگی (جو اس نے پرچی پر لکھی ہوتی) وصول کر لیتی لگان اراضی (آبیانہ مطالبہ) اس کے علاوہ ہوتا۔

ہم بستی والوں نے اس طرح کچھ زمین برائے خرچ مدرسہ خادم القرآن والحدیث بنجر سرکار سے حاصل کر کے اس کو آباد کیا۔ اراضی چند اشخاص کے نام ہوتی جس کی تمام آمدنی وہ مدرسہ کے لئے دے دیتے۔ پہلی رقم اور دو لگان اراضی وغیرہ مدرسہ ہی ادا کرتا۔ یہ اس لئے کیا گیا کہ سرکار مدرسہ کے نام زمین آباد کرنے کے لئے نہیں دیتی تھی۔ آٹھ دس سال اسی طرح عمل ہوتا رہا۔ پھر پاکستان کی حکومت بننے کے بعد بھی ایسا ہی عمل رہا۔ اب گورنمنٹ پاکستان نے اعلان کیا کہ تمام بنجر مہاجرین کے لئے تقسیم کئے جائیں چنانچہ تمام بنجر مہاجرین کو تقسیم کر دیئے گئے۔

اب بعض علماء کہتے ہیں کہ زمین غیر آباد کو آباد کیا ہے اس لئے سرکار کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کسی مہاجر وغیرہ کو تقسیم کرے۔ کیونکہ جو زمین غیر آباد کو آباد کرے۔ وہ اسی کی ہے جو اس پر قبضہ کرے گا۔ وہ شخص مدرسے کے حق کا غاصب شمار ہوگا۔

بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کا حق ہے جس کسی کو دے اسی کو حلال ہے اگرچہ دس کے قبضہ کو آٹھ دس سال گزر چکے ہیں۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے جواب مفصل اور بادلائل لکھیں۔ بینوا توجروا۔

سائل :- محمد باقر مہتمم مدرسہ خادم القرآن والحدیث فاضل دیہہ چک ۲۴۰ گ ب جھوک دادو کا گاذ تاندلیانوالہ تحصیل سمندری ضلع لائل پور ۵/۵ / ۱۲

جواب :- یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد اور اہلحدیث کہتے ہیں کہ اذن امام کی ضرورت نہیں۔ بے آباد زمین کو جو آباد کرے اس کا حق ہے خواہ آبادی سے نزدیک ہو یا دور، اور امام ابو حنیفہ رح کہتے ہیں کہ اذن امام شرط ہے خواہ دور ہو یا نزدیک اور امام مالک رح کہتے ہیں کہ نزدیک کے لئے اذن امام شرط ہے نہ دور کے لئے۔

دلیل نمبر ۱ مذہب اوّل

عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عمر ارضاً لیست لاحد فھو احق قال عروۃ قضی بہ عمر فی خلافتہ۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ باب احیاء الاموات والشرب ص۲۵۹)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو غیر زمین کو آباد کرے جو کسی کے ملک میں نہیں ہے، پس وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

دلیل نمبر ۲ مذہب ثانی۔ (جو علامہ عینی نے پیش کی ہے)

عن ابن عباس، ان الصعب بن جثامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحمی الا للہ و لرسولہ۔ (رواہ البخاری حوالہ مذکور)

صعب بن جثامہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ چراگاہ نہیں ہے مگر اللہ و رسول کے لئے۔

قال فی اللمعات لابی حنیفۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس للمرء الا ما طابت بہ نفس امامہ۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح اللمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مرد کے لئے وہی چیز ہے جس کے ساتھ ان کے امام کا دل خوش ہو۔ اسی طرح ملا علی قاری رح نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے مرقاۃ ج ۳ ص۳۶۱

دلیل مذہب ثالث

ان کی دلیل یہی ہے۔ جو مذہب اول کی ہے صرف حدیث کے معنی میں انہوں نے کچھ تاویل کی ہے زرقانی ج ۴ ص ۲۹ میں ہے۔

قال مالک معنی الحدیث فی فنا فی الصحن ما بعد من العمران فان قرب فلا یجوز احیاءہ الا باذن الامام (یعنی معنی حدیث کا یہ ہے کہ جنگلات کی زمین اور جو آبادی سے دور ہے۔ اس کے آباد کرنے والا اس کا حقدار ہے اور جو آبادی کے قریب ہے اس کا آباد کرنا اذن امام کے بغیر جائز نہیں۔ امام مالکؒ کا مطلب یہ ہے کہ جو آبادی کے قریب ہے اس کے ساتھ بعض موقعہ پر عام مسلمانوں کے مصالح وابستہ ہوتے ہیں اس لئے اس میں اذن امام کی ضرورت ہے جیسے امام کو عام مسلمانوں کے لئے چراگاہ بنانی ہو یا چھاؤنی کی ضرورت ہو۔ اس قسم کی ضروریات کے لئے نزدیک کی زمین کسی مسلمان کو اپنے مفاد کے لئے آباد کرنے کا حق نہیں کیونکہ اس میں عام مسلمانوں کا نقصان ہے۔

فیصلہ

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب شرع سے اذن ہو چکا۔ تو پھر امام سے اذن لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اصل امام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بس ان کا فیصلہ کافی ہے۔ علامہ زرقانیؒ امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں۔ اصل نزاع اس میں ہے کہ حدیث من عمر ارضا یا من احیا ارضا۔ یہ حکم ہے یا فتویٰ ہے اگر حکم ہو تو اذن ضروری ہے کیونکہ حکم اپنے محل پر بند رہتا ہے یعنی جن لوگوں کے حق میں آپ نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ بحیثیت حاکم وقت اور بادشاہ ہونے کے ان کے حق میں اذن ہو گیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسروں کے لئے بھی اذن ہو جائے اور اگر فتویٰ ہو تو فتویٰ عام ہوتا ہے جس کی حیثیت عام مسئلہ کی ہوتی ہے۔ جو موجودہ لوگوں کے علاوہ قیامت تک سب لوگوں کے لئے یکساں ہے جیسے شریعت کے عام مسائل ہوتے ہیں۔ اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ شرع نے ایک اصول مقرر کر دیا ہے کہ جو بھی غیر آباد زمین کو آباد کرے۔ وہ اس کا مالک ہے جیسا یہ اصول مقرر ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز خریدے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے یا نہر سے پانی کی مشک بھرے یا کنوئیں سے پانی لے لے یا بارش کا پانی جو اوپر سے آتا ہو۔ جس کا کھیت پہلے آئے گا۔ وہ اس کا پہلے حقدار ہوگا کہ اپنا کھیت پہلے بھرے۔

اس قسم کی صورتوں میں اذن امام کی ضرورت نہیں۔ جمہور علماء نے اس حدیث کو فتویٰ کی صورت دی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے اس کو حکم کی صورت دی ہے جو خاص لوگوں کے حق میں بطور فیصلہ حاکم وقت کی طرف سے ہوتا ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں ان کو خاص لوگوں کے حق میں فیصلہ بنانا بغیر کسی دلیل کے جائز نہیں۔

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں حدیث لا حمی الا للہ ولرسولہ اس کی دلیل پیش کی ہے اور شیخ عبدالحق محدث

دہلوی اور ملا قادری نے حدیث لیس للمرء الا ما طاب بہ نفس امامہ پیش کی ہے لیکن علامہ عینی رحمہ نے جو حدیث پیش کی ہے۔ وہ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ غیر امام کے لئے چراگاہ کی نفی کرتی ہے نہ اس بات کی کہ کوئی زمین آباد کرے تو اس کا حق نہیں جب حدیث سے ثابت ہو گیا تو ایسا ہو گیا جیسے ان کی ملکیت میں بادشاہ دخل دے کر چراگاہ نہیں بنا سکتا ایسے ہی وہ اسی آباد کرنے والے کی زمین میں بھی دخل نہیں دے سکتا۔

بہر صورت علامہ عینی رح کی دلیل صحیح نہیں پس صحیح فیصلہ سوال مذکور کے متعلق یہی ہے کہ زمین مدرسہ کی ہے حکومت کو چاہیے کہ زمین مدرسہ کے حوالہ کر دے اور مہاجرین کو کسی اور جگہ آباد کرے

عبد اللہ امرتسری روپڑی ۲۴ شعبان ۱۳۸۳ھ

زمین دریا برد ہونے کے بعد دوبارہ نکل آئے تو اس پر دوسرا شخص قبضہ کر سکتا ہے

سوال ۔ ایک شخص زمیندار نے دو تین ہزار بیگہ زمین رعایا کو دی جس کی رعایا کے نام موروثی جمع بندی تھی۔ چونکہ زمین دریا کے کنارے تھی۔ کل زمین دریا برد ہو گئی کچھ عرصہ کے بعد دریا ہٹ گیا۔ زمین پر ہو گئی۔ اور پہلے سے بھی زیادہ عمدہ ہوئی۔ زمیندار نے ظلم کر کے رعایا کو بے دخل کر دیا اور خود قبضہ کر لیا۔ اور اس زمین کا خراج اب تک ظلم کر کے لیتا ہے کیا زمین دریا برد ہونے کے بعد دوبارہ نکل آئے تو دینے والا اس زمین پر دوبارہ قبضہ کر سکتا ہے؟

جواب ۔ حدیث میں ہے جو شخص ایک بالشت بھر کسی کی زمین لے لے قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اتنی اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔ نیز حدیث میں ہے کہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سمیت کفار پکڑ کر لے گئے۔ اس عورت نے نذر مانی۔ اگر خدا نے اسے اس اونٹنی پر نجات دی۔ تو اس کو اللہ کے راستہ میں ذبح کر دے گی۔ خدا تعالیٰ نے اس کے لئے رہائی کی صورت بنا دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو فرمایا بِئْسَ مَا جَزَيْتِهَا یعنی تو نے اس اونٹنی کو برا بدلا دیا۔ پھر فرمایا۔ لَا نَذْرَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ یعنی جس شے کا ابن آدم مالک نہ ہو اس میں اس کی نذر کا اعتبار نہیں۔

دیکھیے ایک شے کو کفار لے گئے۔ پھر عورت نے اس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس سے وہ اس کی ملک نہیں ہوئی یہاں تک کہ اس کی نذر کا بھی اعتبار نہیں کیا۔ تو دریا برد زمین نکلنے کے بعد دوسرے کا حق کس طرح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ دریا کوئی ایسی شے نہیں کہ وہ زمین کا مالک بننے کی صلاحیت رکھے بخلاف کفار کے وہ مالک بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں پس زمیندار کو چاہیے۔ کہ رعایا کی زمین رعایا کے حوالے کر دے ہاں اگر اصل زمیندار کی ہو اور رعایا نے اس پر ویسے

قبضہ کیا ہوا تھا۔ جیسے آج کل انگریزوں کے ہاں بارہ سال تک کسی کا دوسرے کی زمین یا مکان پر قبضہ رہے تو وہ مستحق مالک ہو جاتا ہے تو اس صورت میں زمیندار ظالم نہیں، کیونکہ اس کی اپنی شے اس کو واپس ملی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۸۔ شوال ۱۳۵۲ھ

رہن کا بیان

گروی زمین سے سولہ سال نفع کھانے کے بعد فیصلہ کی صورت

سوال :۔ عرصہ تقریباً ۱۶ سال ہوا کہ زید کے پاس بکر کی زمین آٹھ بیگہ بعوض مبلغ ۲۹۱ روپے میں گرو ہے۔ اب زید چاہتا ہے چونکہ گرو شرعاً جائز نہیں لہٰذا اس کا فیصلہ شرع کے مطابق ہو جائے اور ہمارے ہاں زمین کی شرح یعنی ٹھیکہ کا نرخ کم سے کم تین روپیہ فی بیگہ ہے اور زیادہ سے زیادہ چار روپیہ یا پانچ روپیہ فی بیگہ بھی ہے لیکن یہ زمین اوسط درجہ کی ہے۔ اور معاملہ سرکاری ٹھیکہ کی صورت میں مالک زمین دیتا ہے جس کی شرح ۱۲ر فی بیگہ کچے ناپ سے ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا زمین کچے ناپ سے ۴ بیگہ ہے جو تقریباً ۸ بیگہ خام ہوتی ہے ٹھیکہ کی شرح ناپ سے جو مقرر ہے۔ زید کے لئے شرعی فیصلہ کس طرح ہونا چاہیئے؟ کیا زید پیشگی روپیہ دینے کی وجہ سے ٹھیکہ (جو مذکور ہوا) میں فائدہ کے طور کمی کر سکتا ہے یا نہیں؟ جس طرح ایک شخص کوئی جنس فروخت کرتا ہے۔ نقد ایک من کی دیتا ہے اور ادھار والے کو وہی جنس ۳۰ سیر دیتا ہے۔ اس طور پر کیا زید نقد روپیہ دینے کی وجہ سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

السائل عبداللہ نعمت چودھری سوطہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء

جواب :۔ صورت مذکورہ میں ۱۶ سال کا ٹھیکہ بحساب ۳ روپے فی بیگہ سے ۱۲ر فی بیگہ کاٹ کر باقی ۲۹۱ روپے قرض سے وضع کر دیئے جائیں، اس کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کا قرض خواہ حق دار ہے زیادہ کا حق دار نہیں جنس نقد یا ادھار والی صورت یہاں نہیں کیونکہ جنس نقد یا ادھار والی صورت بیع شراء کی صورت ہے اور یہاں قرض اور گرو کی صورت ہے کیونکہ روپے قرض دے کر اس پر منافع کھانا سود ہے جو شرعاً حرام ہے۔ گرو صرف اس خاطر ہوتی ہے کہ قرض دیا روپیہ وصول ہو جائے اگر مقروض بدنیت ہو جائے یا ادائیگی اس کی طاقت سے باہر ہو جائے تو قرض خواہ اپنی رقم اس گرو سے پوری کرے۔ پس گرو شرعاً اس لئے جائز ہے منافع کی خاطر جائز نہیں پس گرو کا منافع